تفسیری اصولوں کا جائزہ

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

لفظ "تقتیل" کا مفہوم:

جہاں تک لفظ ''تقتیل'' کا تعلق ہے بلاشبہ اس میں تکرار یا تکثیر یا مبالغے کا مفہوم پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود آج تک کسی مفسر، فقیہ، یا کسی اہل لغت نے اس کے مفہوم میں رجم کو شامل نہیں کیا۔ سوال یہ ہے کہ مبالغے والے مفہوم پر پھر عمل کس طرح کیا جائے گا؟ اس کا مفہوم ایک صاحب زبان مفسر اور عالم نے اس طرح بیان کیا ہے ان کے اصل عربی الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''التقتيل هو التكثير أو التكرار أو المبالغة فى القتل، فأما معنى التكرار أو التكثير فلا يظهر الا باعتبار الأفراد، كأنه يقول: كلما ظفرتم بمن يستحق القتل منهم فاقتلوه و أما المبالغة فتظهر يكون القتل حتما لا هوادة فيه و لا عفو من ولى الدم و قد صرح بعض الفقهاء بأن المحاربين المفسدين اذا قدرنا على القاتل منهم نقتله و ان عفا عنه ولى الدم أو رضى بالدية.'' [تفسير المنار: ٦/٣٦٠]

''تقتیل کا مطلب ہے قتل میں تکرار یا تکثیر یا مبالغہ کیا جائے اور یہ کس طرح ہوگا؟ اس کا اظہار افراد کے اعتبار سے ہوگا (نہ کہ فرد کے لحاظ سے) گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ان محاربین میں سے جب بھی تم ایسے شخص کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ جو قتل کا مستحق ہو تو تم اس کو قتل کر دو اور مبالغے کا مفہوم اس طرح ظاہر ہوگا کہ قتل ہر صورت میں کیا جائے گا، اس میں نہ نرمی ہوگی اور نہ مقتول کے وارث (ولی الدم) کی طرف سے معافی۔ بعض فقہا نے صراحت کی ہے کہ فسادی محاربین میں سے جب بھی ہمیں قاتل پر قدرت حاصل ہو جائے گی ہم اس کو قتل کر دیں گے، چاہے ولی الدم (وارث) کی طرف سے معافی ہو جائے، یا وہ دیت لینے پر راضی ہو جائے۔''

یہ تفسیر ''المنار'' شیخ محمد عبدہ (مشہور مصری عالم اور مصلح) کے تفسیری افادات ہیں جن کو ان کے تلمیذ رشید مصری فاضل علامہ محمد رشید رضا نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ گویا اپنے وقت کے دو نامور عربی علماء کی یہ علمی کاوش ہے۔ غفر الله لهما و رحمهما و أجزل لهما جزاء خيرا.

ایک اور دلچسپ لطیفہ:

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: (1) عُکل اور عُرینہ والوں کو نبی کریم ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کو ہنکالے جانے اور ان کے چرواہوں کو قتل کرنے کے جرم میں جو عبرت انگیز سزا دی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اسی آیت کے تحت لیا ہے۔ (2) بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع کے ساتھ جو معاملہ نبی کریم ﷺ نے کیا ہمارے نزدیک وہ بھی اسی حکم الٰہی کے تحت کیا۔ (3) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ کی جو سرکوبی کی وہ بھی ہمارے نزدیک اسی حکم کے تحت کی۔ (4) مسیلمہ کذاب کا فتنہ بھی اسی محاربہ اللہ ورسول کے تحت آتا ہے اور اس کی سرکوبی بھی اسی قانونِ الٰہی کے تحت ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہود کو عرب سے جو آخری بار نکالا وہ بھی اسی حکم الٰہی کی تعمیل تھی۔ [تدبر قرآن: ۲/۲۷۹] اصلاحی صاحب نے یہ پانچ مثالیں دی ہیں جن میں سے ایک مثال بھی محاربے کی اس تعریف میں نہیں آتی جو موصوف نے اس آیت کے تحت کی ہے اس طرح تو پھر جنگ بدر، جنگ احزاب، جنگ حنین اور دیگر سارے جہادی معرکے بھی اسی آیت ہی کا مصداق قرار پانے چاہئیں! جبکہ کوئی بھی اس کا نہ قائل ہے اور نہ قائل ہوسکتا ہے بلکہ خود اصلاحی صاحب بھی یہ ماننے کو شاید تیار نہ ہوتے۔ اصلاحی صاحب کی بیان کردہ مثالوں اور دیگر جنگوں اور معرکوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بنابریں مذکورہ پانچوں مثالوں کو آیت محاربہ کے تحت باور کرانا یکسر غلط ہے۔ ان کی الگ الگ وجوہات ہیں جن کو سیر ومغازی کا علم رکھنے والے خوب جانتے ہیں اور وہ وجوہات اتنی واضح ہیں کہ ان کی تفصیل کی یہاں ضرورت ہی نہیں ہے۔

ہم نے یہ اقتباس اس لیے پیش کیا ہے کہ ایک تو یہ واضح ہو جائے کہ تفسیر ''تدبر قرآن'' میں جگہ جگہ تفسیر بالرائے کی مثالیں ہیں جن کی نہ احادیث سے تائید ہوتی ہے نہ تاریخ سے اور نہ کلام عرب سے۔

ثانیاً: تفسیر اور واقعات میں عدم مطابقت واضح ہو جائے۔ اگر مذکورہ واقعات واقعی محاربہ کی تعریف میں آتے ہیں تو پھر کسی ایک مثال میں بھی محاربہ والی سزا کا اہتمام نظر کیوں نہیں آتا؟ نہ کسی کو رجم کیا گیا، نہ سولی پر چڑھایا گیا، اور نہ **تقطیع أیدی و رجال من خلاف** پر عمل کیا گیا اور نہ نفی کی سزا دی گئی یہودیوں کی جلاوطنی، ایک بالکل الگ مسئلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو آخری بار نکالا، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل تھا۔ اصحاب عُکل اور عُرینہ کا واقعہ بھی قصاص اور ﴿**جزاء سیئة سیئة مثلها**﴾ [الشوریٰ: ۴۰] کی مثال ہے۔

الغرض آیت محاربہ میں لفظ تقتیل کا مفہوم بھی احادیث، واقعات اور کلام عرب کے خلاف ہے۔اسی طرح آیت محاربہ کی تفسیر و وضاحت میں پیش کردہ مثالیں بھی محاربہ کی تعریف میں قطعاً نہیں آتیں۔ یہ ساری تفسیر احادیث صحیحہ ومتواترہ کے انکار پر مبنی تفسیر بالرأی المذموم ہے،أعاذنا اللّٰه منه.

مذکورہ دو مثالوں اور ان کی تفصیل سے واضح ہے کہ احادیث کو نظر انداز کر کے محض کلام عرب یا قدیم جاہلی عربی ادب کی بنیاد پر تفسیر کرنا سراسر گمراہی کا راستہ ہے۔اس کی متعدد مثالیں ڈاکٹر عزمی صاحب نے بھی پیش کی ہیں اور اصلاحی صاحب کے مؤقف سے سخت اختلاف کیا ہے۔اس بحث کے آخر میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے ہمارے مؤقف کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے، اس لیے ہم ؎

خوش تر آں باشد کے سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

کے تحت ان کے بعض اقتباسات اس جگہ پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ڈاکٹر اختر حسین عزمی لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی مادری زبان عربی تھی، عربی زبان کے ماہر ہونے اور اس کے جملہ اسالیب سے بہ خوبی واقف ہونے کے ساتھ جاہلی شاعری پر بھی نظر رکھتے تھے، نزول قرآن کے حالات کا انہوں نے بہ چشم خود مشاہدہ کیا اس لیے کلام الٰہی کے منطوق و مدلول، اس کے اشارات و کنایات، اس کے اسالیب کلام کی نزاکتوں اور لطافتوں سے واقف ان سے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔مگر اس کے باوجود بعض مشکلات قرآن کے فہم میں صاحب وحی کی طرف رجوع کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفظ یا آیت کی وضاحت فرماتے۔

سورۂ انعام کی آیت ۸۳ ﴿وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ﴾ کی تفسیر ''شرک'' کے ساتھ، سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ میں ﴿وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ﴾ میں قوۃ کی تفسیر ''رمی'' سے کی اور سورت بقرہ کی آیت ۱۲۷ میں ''الخیط الأبیض'' سے مراد دن اور ''الخیط الاسود'' سے رات مراد لی ہے۔اسی طرح عرب کی قدیم تاریخ سے متعلق جاہلی شاعری میں کوئی خاص راہنمائی نہیں ملتی......ان موضوعات کے فہم میں اصل اعتماد قرآن پر رکھنا ہوگا۔اس کے ساتھ ان احادیث کی طرف بھی رجوع کرنا ہوگا جن میں سابقہ اقوام کے حالات و واقعات منقول ہیں۔اس لیے کہ مجملات قرآن کی توضیح اس کے بغیر ممکن نہیں۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم سے منسوب صحیح و سقیم روایات و اسرائیلیات میں بھی چھان بین سے استفادہ کرنا ہوگا...... یہ بھی پیش نظر رہے کہ جہاں کسی مضمون کی وضاحت یا تفصیل اشعار عرب سے ہو رہی ہو اور قرآن وسنت اور تفسیر صحابہ سے کوئی راہنمائی حاصل نہ ہوتی ہو، وہاں قطعیت کے ساتھ اس کی حقیقی مراد کا ہرگز فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ وہاں الفاظ کی دلالت اس مفہوم و مضمون

پر ظنی ہوگی اور اس میں دیگر احتمالات کی گنجائش باقی رہے گی۔''

مزید لکھتے ہیں: ''یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جن آیات کا مفہوم واضح اور آسان ہو اور ان کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام، اجمال اور اشتباہ نہ ہو اور نہ ہی ان کے سمجھنے کیلئے دیگر متعلقہ علوم کی ضرورت ہو، ایسی آیات کی تفسیر کا ماخذ لغت عرب ہے۔ اس کیلئے عربی زبان میں مہارت اور بصیرت شرط ہے لیکن جن آیات میں کسی قسم کا اجمال، ابہام یا اشتباہ ہو، یا اس کا مفہوم سمجھنے میں مشکلات ہوں یا ان کی وضاحت کیلئے تاریخی پس منظر کا علم ضروری ہو، یا ان آیات سے احکام و مسائل اور اسرار و معارف کا استنباط مقصود ہو تو ایسے مواقع پر لغت کی حیثیت ثانی ہوگی، اولین ترجیح قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ و تابعین کو حاصل ہے۔''

خاتمہ بحث میں لکھتے ہیں: ''قرآن کریم چونکہ خالصتاً عربی محاورے پر نازل ہوا، اس لیے قرآن کے اولین مخاطبین اہل زبان ہونے کی بنا پر فطری ذوق اور شارحِ قرآن سے براہ راست کسبِ فیض کی وجہ سے کتاب اللہ کے منطوق و مراد کو بہ آسانی سمجھ لیتے تھے۔ بعد میں عجمی اقوام کے ساتھ اختلاط، عربی ذوق کی کمی اور لسانی تغیرات کے نتیجے میں فہم قرآن میں دشواریاں پیدا ہوئیں، بہت سے الفاظ قرآنی غریب و نامانوس ہو گئے، استعارات و تعبیرات کے ادبی محاسن پر پردہ پڑ گیا تو کلام عرب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و تبع تابعین نے بھی لغت عرب میں مہارت اور کلام عرب سے استشہاد کو تفسیر قرآن کے اہم ماخذ کی حیثیت دی...... اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کلام عرب سے استدلال اور اس کی طرف مراجعت مولانا اصلاحی کی کوئی اختراع نہیں ہے بلکہ صدر اوّل سے لے کر بعد کے ادوار تک اسے ایک مسلّمہ اصول کی حیثیت حاصل رہی ہے۔

مولانا اصلاحی اور ان کے استاد نے اسی اسلوب کی تجدید و احیاء کی کوشش کی ہے...... متقدمین کے ہاں لغت و کلام میں جس قدر استفادے کی روش رہی، معلوم ہوتا ہے کہ متاخر مفسرین کے ہاں کلام عرب سے استشہاد و احتجاج میں کمی آ گئی تھی جس سے قرآن کو اس کے اصلی مفہوم و مراد میں سمجھنا مشکل ہوتا گیا۔ زبان و ادب اور تفسیر کے مسلّمہ اصولوں کو نظر انداز کر کے قرآن حکیم کو اپنے خود ساختہ نظریات کے تابع بنانے کا عمل تو ہر دور میں جاری رہا۔ مگر انیسویں اور بیسویں صدی میں یہ کوششیں اپنے عروج پر رہی ہیں۔ قرآن حکیم کے الفاظ و محاورات کے غیر معروف، نامانوس اور قلیل الاستعمال معانی لغت کی چند کتب سے تلاش کر کے اسلام کے مسلّمہ حقائق، معجزات، جنت، دوزخ، حشر نشر، ملائکہ و شیاطین وغیرہ کے متعلق ایسی دور از کار تاویلات کی گئیں جو سراسر انحراف

کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس قسم کی مثالیں سرسید احمد خان کی تفسیر اور مقالات سرسید حصہ دوم اور پرویز کی مطالب الفرقان اور مفردات القرآن میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ضرورت تھی کہ تفسیر قرآن میں لغت وکلام عرب سے استفادے کے صحیح اصول دریافت کر کے ان کو قرآن پر منطبق کیا جائے۔ اسی دور میں مولانا فراہی نے اس پہلو پر خاص توجہ دی اور اسے اپنے مطالعے کا خاص موضوع بنایا..... مولانا اصلاحی نے اپنے استاد کے ان اصولوں کو عملاً پورے قرآن کی تفسیر میں برت کر دکھایا جس سے محض لغت عرب کی مدد سے تفسیر پر طبع آزمائی کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے۔'' [مولانا امین اصلاحی، حیات وافکار، ص:۱۸۸۔۱۹۰]

ڈاکٹر عزمی صاحب یہاں پھر تضاد کا شکار ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ غالباً اصلاحی صاحب سے ان کی عقیدت مندی ہے جس کی بنا پر وہ لغت اور کلام عرب سے استفادے کے صحیح اصول دریافت کرنے اور ان کو برت کر دکھانے کا اعزاز وہ استاد شاگرد کو دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ لکھ آئے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و تبع تابعین نے بھی لغت عرب میں مہارت اور کلام عرب سے استشہاد کو تفسیر قرآن کے اہم ماخذ کی حیثیت دی'' اسی طرح انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ '' کلام عرب سے استدلال اور اس کی طرف مراجعت مولانا اصلاحی کی کوئی اختراع نہیں ہے بلکہ صدر اول سے لے کر بعد کے ادوار تک اسے ایک مسلّمہ اصول کی حیثیت حاصل رہی ہے۔''

ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ فرمانا بالکل صحیح اور واقعات کے مطابق ہے۔ اس کی گواہی وہ تمام عربی تفاسیر دیتی ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ ان میں لغت و کلام عرب اور قدیم جاہلی ادب (شعرائے عرب کے اشعار) سے جابجا استشہاد احتجاج کیا گیا ہے۔ تاہم فراہی گروہ اور قدیم مفسرین میں ایک نہایت واضح اور نمایاں فرق یہ ہے کہ مفسرینِ اُمت نے احادیث سے بے اعتنائی نہیں برتی۔ ان کے ہاں کلام عرب سے استشہاد اور احادیث سے استدلال دونوں ساتھ ساتھ اور ہم رکاب ہیں، جبکہ فراہی گروہ نے کلام عرب ہی کو اصل الاصول اور اس میں بھی اپنی من مانی تشریح کو اہمیت دی اور احادیث کو نہ صرف درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ جگہ جگہ ان کا استخفاف یا ان کو ردّ کیا ہے۔ اس کا احساس ڈاکٹر عزمی صاحب کو بھی، باوجود مذکورہ مدحت نگاری کے ہوا اور انہوں نے لکھا: ''لغت و کلام عرب کی اس اہمیت و افادیت اور مولانا اصلاحی کے اس ضمن میں عظیم کارنامے کے اعتراف کے ساتھ اس خدشے کا اظہار بھی ضروری ہے جو محض لغت و کلام عرب کو قطعیت کا درجہ دینے سے پیدا ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ احادیث و آثار صحابہ کو ظنی ماخذ قرار دیا جائے تو پھر طبع آزما، منکرین کیلئے دوسرا دروازہ کھل

جائے گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی متن کی تشریح میں لغوی مباحث بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اور تفسیر قرآن کرتے ہوئے اس عربی کی طرف رجوع ناگزیر ہے جو نزول قرآن کے وقت عربوں خصوصاً قریش کی زبان تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عربی زبان کی اہمیت کو اس قدر بڑھا دیا جائے کہ سنت رسول ﷺ بھی پیچھے رہ جائے۔ جو مفسرین عربیت کی بنیاد پر کسی قرآنی آیت کی ایسی تفسیر کریں جو خلافِ سنت ہو تو ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خدانخواستہ حضور ﷺ عربی زبان کے ماہر نہ تھے یا نعوذ باللہ یہ مفسرین رسول اکرم ﷺ سے بھی زیادہ عربی زبان پر دسترس رکھتے ہیں۔اس لیے بعض ائمہ سلف نے کہا ہے کہ جو شخص عربیت کی بنیاد پر ایسی تفسیر کرے جو سنت رسول ﷺ کی تغلیط کرتی ہو، وہ گویا تفسیر بالرائے ہے۔امام قرطبی اپنی تفسیر کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ تفسیر القرآن بالر أی المذموم کے دو محل ہیں، ایک تو یہ کہ کوئی شخص ایک رائے رکھتا ہو اور وہ عمداً قرآنی آیات کو موڑ توڑ کر ایسی تفسیر کرے جس سے اس کی ذاتی رائے کی تائید ہوتی ہو اور دوسرے یہ کہ کوئی شخص عربیت کی بنیاد پر قرآن کی ایسی تفسیر کرے جو نقل اور سماع کے خلاف ہو۔اس سے ملتی جلتی بات طبری نے اپنی تفسیر میں کہی ہے اور اسی رائے کا اظہار غزالی نے احیاء العلوم میں کیا ہے۔شاطبی نے بھی الموافقات میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو سنت سے صرف نظر کر کے محض لغت پر انحصار کر کے تفسیر کرتے ہیں۔'' [ایضاً، ص: ۱۹۰،۱۹۱] یہ سارا اقتباس ڈاکٹر صاحب موصوف کے ممدوح اصلاحی صاحب پر صادق آتا ہے۔اصلاحی صاحب نے وہی کچھ کیا ہے جس کا خدشہ ڈاکٹر عزمی صاحب نے ظاہر کیا ہے۔گویا یہ خدشہ ہی نہیں ہے، ایک واقعہ یا ایک سانحہ اور المیہ ہے جو ''تدبر قرآن'' کی صورت میں سامنے آگیا ہے۔

أیتها النفس أجملی جزعا   فان ما تحذرین قد وقعا

ڈاکٹر عزمی صاحب اور ان جیسے دیگر حضرات تفسیر ''تدبر قرآن'' کے جتنے مرضی گن گائیں، اس کی شان میں قصائد مدحیہ کے انبار لگا دیں لیکن حقیقت وہی ہے جس کا اظہار خود اصلاحی صاحب کے مدح نگار اور قدر دان کے قلم سے ہوا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کی ایک تقریر کے چند اہم اقتباسات

جی چاہتا ہے یہاں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تقریر کے کچھ اقتباسات بھی پیش کر دیئے جائیں جن میں انہوں نے ایسے ہی حضرات کا رد کیا ہے جو بہ ظاہر ''قرآن وسنت'' کا نام لیتے ہیں لیکن سنت کی اہمیت کم

کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ جیسے پاک و ہند میں فراہی گروہ ہے، ایسا ہی ایک گروہ عرب، بالخصوص مصر وشام میں سرگرم ہے جس کا مدلل رد شیخ مرحوم نے اپنے خطاب میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''تھوڑی بہت عربی زبان سے واقفیت رکھنے والوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جس نے قرآن حکیم کی تفسیر کے سلسلے میں اپنی عقلوں اور خواہشات کے مطابق ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ انہوں کے کتاب اللہ کی تفسیر کے چند اصول اپنے پاس سے گھڑ لیے ہیں اور ان کی ترویج کیلئے صبح وشام مصروفِ عمل ہیں۔ صورتِ حال یہاں تک خراب ہو گئی ہے کہ اگر ان کا انسداد علمی استدلال کے ساتھ نہ کیا گیا تو بہت سے کم علم لوگوں کے اس فتنے کی زد میں آنے کا خطرہ ہے۔ نصف صدی سے پہلے یہ فتنہ برپا کرنے والے اپنے آپ کو ''قرآنین'' کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام کی مکمل تعلیم صرف اور صرف قرآن حکیم ہی ہے۔

فکر جدید یا فتنۂ نو

چراغ سے چراغ جلنے کے مصداق مذکورہ فتنے نے ''فکر جدید'' کے نام سے ایک نئے فتنے کو پیدا کیا ہے جس کے علم برداروں کا یہ دعویٰ تو نہیں کہ اسلام صرف اور صرف قرآن حکیم ہی ہے بلکہ بظاہر وہ قرآن وسنت دونوں ہی کی دعوت دیتے ہیں لیکن جوں ہی آپ بہ نظر غائر ان کی تحریریں پڑھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی آڑ میں ان کی خواہشات اصول وسنت سے انحراف کی بناوٹی اساس پر مبنی ہیں۔ ان کے مقاصد اور اوّل الذکر (اہلِ قرآن) اپنی اس نئی رائے کا کھلے عام خود اعتراف اور اعلان کرتے ہیں جبکہ یہ حضرات زیادہ عالمانہ بھیس دھار کر لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنا ہم خیال بناتے ہیں۔

تبیینِ قرآن اور نبی اکرم ﷺ

یوں تو قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے کتاب وسنت کے باہمی ربط وتعلق کو علماء اپنے خطبات میں ثابت کرتے ہیں لیکن میں آپ کے سامنے اس آیت کو پیش کروں گا جس میں اس بات کی صریح نص ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا اور آپ کو اس کی وضاحت کا مکلف بنایا گیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۴۴] ''اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں پر اس کی وضاحت کریں جو کچھ ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔''

اس آیت میں جس ''بیان'' کا ذکر ہوا ہے وہ دراصل سنت مطہرہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن کیلئے اہل عرب کی زبان دانی کو معیار نہیں بنایا، باوجود اس کے کہ وہ انتہائی فصیح اللسان تھے جبکہ ایسے عجمی جنہوں نے عرب میں چند دن ہی گزارے یا عربی سیکھ لی، ان کے تبحر علم کو ''وضاحتِ قرآن'' کیلئے کیسے قابل اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ عصر حاضر میں اس دور سے زیادہ بیانِ قرآن کی ضرورت ہے۔

آیت مذکورہ میں ''مَانُزِّلَ'' سے مراد وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے دل پر القافرمایا اور اسے اللہ تعالیٰ نے متلو اور متعبد بنایا ہے جس کا ماحصل قرآن کریم ہے۔علاوہ ازیں ایک وہ وحی ہے جو قرآن حکیم کی طرح پڑھی تو نہیں جاتی لیکن اس کی حفاظت ضروری ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر قرآن حکیم کے مکمل فہم کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، لہٰذا وہ وحی جو قرآن مجید کی وضاحت کرتی ہے ایک اعتبار سے قرآن پاک ہی کہلائے گی اور یہی وہ وضاحت ہے جس کا نبی اکرم ﷺ کو اس آیت میں صریحاً مکلف بنایا گیا ہے۔

وحی غیر متلو (احادیث) کے بغیر وضاحتِ قرآن؟

میرا دعویٰ ہے کہ چاہے کوئی عربی کا بہت بڑا ماہر ہو، یا فہم و ادراک میں یکتا ہو، ماہر لسانیات ہو، یا وضاحت وتشریح کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو، وحی غیر متلو (سنت مطہرہ) کے بغیر قرآن مجید کے اصل مفہوم کو مکمل طور پر سمجھ ہی نہیں سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ کون ہے جو عربی اور لغت عربی کو سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو، ان کی مادری زبان عربی ہی میں قرآن حکیم نازل ہوا، پھر بھی کئی آیات کے مطالب کو سمجھنا ان کیلئے ناممکن ہو گیا، مجبوراً انہیں سمجھنے کیلئے نبی اکرم ﷺ ہی سے رجوع کرنا پڑا جیسے آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾[الانعام: ۸۲] میں ظلم کی صحیح نوعیت سمجھنے میں انہیں دقت پیش آئی۔''

(بہ حوالہ ''قرآن فہمی کے بنیادی اصول'' ص: ۹۹۔۱۰۲۔ مرتبہ حافظ حسن مدنی، مطبوعہ مجلس التحقیق الاسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ ۲۰۰۵)

سقراط کے افکار؟

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان قرآن فہمی میں حدیث کے بنیادی کردار کو تسلیم نہ کرے تو پھر وہ کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتا ہے، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے، اصلاحی صاحب فرماتے ہیں: ''یہ واقعہ ہے کہ سقراط کو پڑھنا میرے لیے قرآن مجید سمجھنے میں بھی ممد و معاون ہوا ہے۔'' [رسالہ ''تدبر'' مولانا اصلاحی نمبر، ص: ۴۴، اپریل ۱۹۹۸]

تفسیر قرآن بالقرآن کی حقیقت:

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''تیسری چیز جو اس تفسیر میں میں نے بہ طور اصول کے پیش نظر رکھی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن کی مدد سے کی جائے۔''

مزید لکھتے ہیں: ''مجھ پر قرآن کی مشکلات جتنی خود قرآن سے واضح ہوئی ہیں، دوسری کسی بھی چیز سے واضح نہیں ہوئیں۔'' [مقدمہ تفسیر، ص:س] یہ بات بہ ظاہر نہایت خوش کن اور دلوں کو لبھانے والی ہے لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر گفتگو کرنے سے قبل یہاں بھی علامہ البانی کا ایک اقتباس پیش کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے: ''انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ایک جماعت میں یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر کیلئے قرآن حکیم ہی کو کافی قرار دیتی ہے۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں یا قصداً وہ اس حقیقت سے گریز کرتے ہیں کہ سنت ہی قرآن کی صحیح وضاحت کرتی ہے۔ اس کے مجمل کو بیان کرتی ہے، اس کے عموم کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی دوسری وضاحتیں کرتی ہے جن سے کوئی ذی شعور مسلمان مستغنی نہیں ہوسکتا۔ قرآن کی تفسیر صرف قرآن کریم کے ساتھ کرنا جائز نہیں، بلکہ قرآن کی تفسیر قرآن وسنت دونوں کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ اسی بات کی بشارت نبی ﷺ نے حدیث میں دی ہے اور فرمایا:

(**لن يتفرقا حتى يردا على الحوض**) اس لیے قرآن حکیم کی تفسیر کرنے والے ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کو جمع کر کے تفسیر کرے۔ خصوصاً جن آیات کا تعلق عقیدہ، احکام، اخلاق اور معاشرت سے ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیت (جس کی تفسیر مطلوب ہے) نبی اکرم ﷺ کی وضاحت (بیان) کی متقاضی یا حاجت مند ہو۔'' آگے مزید لکھتے ہیں: ''شریعت کی پوری عمارت قرآن و سنت دونوں کی بنیاد پر قائم ہے۔ اسی لیے امام شافعیؒ سے یہ فرمان منقول ہے کہ مکمل سنت (بشرطیکہ صحیح سند سے ثابت ہو) وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سمجھائی۔ اس سے امام شافعیؒ کا مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت تسبیح کی طرح باہم پروئے ہوئے دانوں کی مانند ہیں۔ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ پر ان آیات کی وضاحت یا بیان کو اُتارا جن کی امت کو وضاحت کی ضرورت تھی۔'' [بہ حوالہ قرآن فہمی کے بنیادی اصول، ص:۱۰۳،۱۰۶]

(جاری ہے)

اداریے

حافظ عبدالحمید عامر	بھینسا گروپ کے بلاگرز کا شاخسانہ	جنوری، فروری	3
حافظ عبدالحمید عامر	نسیم حجاز	مارچ، اپریل	3
حافظ عبدالحمید عامر	ماہِ صیام	مئی، جون	3
حافظ عبدالحمید عامر	ٹی وی چینلز پر فحاشی و عریانی کا راج	جولائی، اگست	3
حافظ عبدالحمید عامر	ذبحِ عظیم	ستمبر، اکتوبر	3
حافظ عبدالحمید عامر	نوروز سن ہجری......۱۴۳۹ ہجری	نومبر، دسمبر	3

افکار معاصرین

پروفیسر عاصم حفیظ	''توہین اسلام'' کے منظم نیٹ ورک اور عالمی دباؤ	جنوری، فروری	9
محمد حفیظ اللہ خان المدنی	شام......شہر حلب پر بھوک کا بسیرا	جنوری، فروری	12
جاوید چوہدری	کیوں، آخر کیوں؟	مارچ، اپریل	13
رشید سلفی	مسلمانان برما کا حال اور سعودی عرب کا کردار	نومبر، دسمبر	9

خطبات حرم

الشیخ عبدالرحمٰن السدیس	سیرت نبوی ﷺ اور واضح کامیابی	جنوری، فروری	14
الشیخ عبدالرحمٰن السدیس	افواہوں کی تباہ کاریاں	مارچ، اپریل	16
الشیخ عبدالرحمٰن السدیس	رمضان المبارک اور تقویٰ کا حصول	مئی، جون	11
الشیخ ڈاکٹر خالد الغامدی	رمضان المبارک کے بعد مسلمانوں کا طرز عمل	جولائی، اگست	7
الشیخ عبدالرحمٰن السدیس	مسجد اقصیٰ کی پکار	ستمبر، اکتوبر	9
الشیخ ڈاکٹر سعد بن ناصر الشتری	حج توحید اور امن و امان (خطبہ حج)	نومبر، دسمبر	11

احکام و مسائل

مولانا جاوید اقبال محمدی	دعا کی اہمیت، آداب و قبولیت کے اوقات	جنوری، فروری	34

مولانا نوید احمد بشار	زکوٰۃ کے احکام ومسائل	مئی، جون	33
مولانا نوید احمد بشار	نفلی نماز کے احکام ومسائل	جولائی، اگست	17
مولانا نوید احمد بشار	قربانی کے احکام ومسائل	ستمبر، اکتوبر	30

مقالات

غلام سرور قریشی	و رفعنا لک ذکرک	جنوری، فروری	22
الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی	ام الکتاب سورۃ الفاتحہ فضیلت، اہمیت اور مفہوم	جنوری، فروری	24
مولانا نوید احمد بشار	منہج سلف صالحین کا اتباع راہ حق کا ضامن	مارچ، اپریل	30
ڈاکٹر صہیب حسن	الفاتحہ اور قرآن کی سورتوں کا باہمی تعلق	مارچ، اپریل	38
سیف اللہ مغل	احیائے دین کی جدوجہد	مارچ، اپریل	45
مولانا محمد عبدالہادی العمری	رمضان خیر وبرکت کا مہینہ	مئی، جون	17
غلام سرور قریشی	اسلام کی تشریح	مئی، جون	21
جاوید اقبال فانی	توبہ واستغفار کے فائدے دنیا وآخرت میں	مئی، جون	40
ڈاکٹر عبداللہ بن محمد المطلق	حسن خاتمہ کی علامات	جولائی، اگست	13
مولانا عبدالمالک مجاہد	یتیم کی کفالت......عظیم نیکی	جولائی، اگست	25
مولانا عبدالستار الحماد	غلاف کعبہ......اور سعودی حکومت	ستمبر، اکتوبر	23
الشیخ محمد بن صالح العثیمینؒ	رزق حلال کی اہمیت اور......دعائیں کیونکر قبول ہوں؟	ستمبر، اکتوبر	39
مولانا ارشاد الحق اثری	اسلام امن وسلامتی کا دین	نومبر، دسمبر	20
مولانا نوید احمد بشار	خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب	نومبر، دسمبر	25

فقہ واجتہاد

حافظ صلاح الدین یوسف	تفسیر ''تدبر قرآن'' کے تفسیری اصولوں کا جائزہ	مارچ، اپریل	24
حافظ صلاح الدین یوسف	تفسیر ''تدبر قرآن'' کے تفسیری اصولوں کا جائزہ	مئی، جون	24
حافظ صلاح الدین یوسف	تفسیر ''تدبر قرآن'' کے تفسیری اصولوں کا جائزہ	جولائی، اگست	35
حافظ صلاح الدین یوسف	تفسیر ''تدبر قرآن'' کے تفسیری اصولوں کا جائزہ	نومبر، دسمبر	33

اشاریہ

مولانا قطب شاہ	اشاریہ ماہنامہ ''حرمین''	نومبر، دسمبر	42

موت العالم موت العالم

ادارہ	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلام مولانا عبداللہ امجد چھتوی کا سانحہ ارتحال	ستمبر، اکتوبر	8

اخبار الجامعة والجماعة

ادارہ	جامعہ علوم اُثریہ کا اعزاز	جنوری، فروری	8
ادارہ	جامعہ تعلیم القرآن رحمانیہ کنگن پور میں 42 ویں سالانہ کانفرنس	جنوری، فروری	44
ادارہ	جامع مسجد عمر بن خطاب ؓ اہل حدیث بڑا گواہ میں افتتاحی خطبہ جمعہ	جنوری، فروری	44
ادارہ	جامعہ کے شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کے 3 طلبا کی تقریب تکمیل حفظ القرآن	جنوری، فروری	45
ادارہ	جامعہ علوم اُثریہ کا 16 واں سالانہ فری آئی کیمپ	مارچ، اپریل	11
ادارہ	ایس ایم شفیع پینٹ ہاؤس کا افتتاح	مارچ، اپریل	47
ادارہ	جامع مسجد توحید اہل حدیث اعوان پور گھوڑہ میں جلسہ	مارچ، اپریل	47
ادارہ	مدیر مکتب الدعوۃ کی جامعہ میں آمد	مئی، جون	9
ادارہ	اُثریہ ہسپتال بھٹیال کی از سرِ نو افتتاحی تقریب	مئی، جون	9
ادارہ	مرکزی جامع مسجد اہل حدیث سوہاوہ میں 10 ویں سیرت رحمت عالم ﷺ کانفرنس	مئی، جون	10
ادارہ	مرکزی جامع مسجد اہل حدیث رانیوال سیداں میں توحید کانفرنس	مئی، جون	46
ادارہ	جامع مسجد حسان بن ثابت ؓ اہل حدیث دینہ میں سیرت ساقی کوثر ﷺ کانفرنس	مئی، جون	46
ادارہ	نوتعمیر جامع مسجد سیف اللہ اہل حدیث پنڈوری کا افتتاحی خطبہ جمعہ	جولائی، اگست	46
ادارہ	جمعیت اساتذہ کے وفد کی جامعہ علوم اُثریہ میں آمد	ستمبر، اکتوبر	45
ادارہ	جامعہ علوم اُثریہ میں تقسیم انعامات تقریب کا انعقاد	ستمبر، اکتوبر	45
ادارہ	دھریالہ جالپ میں خاتم النبیین ﷺ و اہل حدیث کانفرنس	نومبر، دسمبر	45
ادارہ	جامعہ علوم اُثریہ میں طلبا کے درمیان انعامی و تقریری مقابلہ	نومبر، دسمبر	45